فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت فی جلد	قیمت فی صد	نمبر	نام رسالہ	قیمت فی جلد	قیمت فی صد
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	۰۴/	۱/	۲۰	دی مارٹیرڈم آف حسینؑ انگریزی	۲/	۵/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	ختم		۲۱	اسوۂ حسینی	۰۷/	۱۲/
۳	مولود کعبہ	〃		۲۲	جنگ صفین	۳/	۵/
۴	وحید و حجت	۰۴/	۱/	۲۳	تذکرۂ حفاظ شیعہ حصہ اول	۰۶/	۱۲/
۵	اصول دین اور قرآن	۰۴/	۱/	۲۴	〃 〃 دوم	۰۵/	۱/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۰۴/	۱/	۲۵	مقصود کعبہ	۱/	۵/
۷	حسینؑ اور اسلام اردو	۰۱/	۵/	۲۶	مذہب بابؑ بہار حصہ دوم	۹/	۱۲/
۸	〃 〃 ہندی	۱۲/	۵/	۲۷	مذہب اور سائنس	ختم	
۹	〃 〃 انگریزی	ختم		۲۸	معرکۂ کربلا	〃	
۱۰	متعہ اور اسلام	۹/	۲/	۲۹	کربلا کا مہا یدھ	〃	
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر اور قرآن	۰/	۰/	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	〃	
۱۲	تجارت اور اسلام	ختم		۳۱	اسلام کی طلبانہ زندگی	۹/	۱۲/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم	〃		۳۲	دور استبداد	۰۴/	۱/
۱۴	علیؑ اور کعبہ	〃		۳۳	حقیقت بداء	۲/	۵/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۰۶/	۱/	۳۴	خطیب آل محمدؐ	۰۴/	۱/
۱۶	مذہب بابؑ بہار حصہ اول	۰۵/	۱/	۳۵	تدوین حدیث	۱/	۵/
۱۷	نوروز اور غدیر	۱/	۵/	۳۶	مطلوب کعبہ	۱/	۵/
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲/	۵/	۳۷	محاربۂ کربلا	۲/	۵/
۱۹	کربلا کا اتم بلیدان ہندی	ختم		۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰/	۵/

[illegible]

(مصنفہ)

سید مصطفیٰ حسن رضوی
آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

(مطبوعہ سرفراز قومی پریس لکھنؤ)

امامیہ مشن کی ستتروںیں خدمت

مجھے بہ حیثیت سکریٹری امامیہ مشن کے یہ اچھا نہ معلوم ہوتا تھا کہ میں مشن سے اپنی کوئی تصنیف تالیف شایع کروں لیکن اخبار الواعظ کی ادارت کے زمانہ میں میں نے مسئلہ تناسخ پر کئی قسطوں میں ایک مضمون لکھا تھا جسے عام طور پر پسند کیا گیا اور سرکار شمس العلماء حضرت سید العلماء مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ سرپرست خصوصی امامیہ مشن کو اس درجہ پسند آیا کہ علاوہ بعض دیگر مقتدر افراد ملت کے آپ نے بھی خواہش ظاہر فرمائی کہ اسے مشن سے بصورت رسالہ شایع کیا جائے چنانچہ بمصداق الامر فوق الادب اسے آج افراد قوم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

میرے لیے مناسب نہیں کہ اس رسالہ کے بارے میں خود کچھ کہوں صرف اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس قبیل کا یہ پہلا رسالہ مشن سے شایع ہو رہا ہے اس لیے افراد ملت اس کا خود مطالعہ فرمائیں اور غیر اقوام میں بھی اسے مفت تقسیم کریں۔

خادم قوم

سید مصطفیٰ احسن رضوی

آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

(صفر ۱۳۶۳ھ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تناسخ پر مختصر بحث

اسلامی عقیدہ کے مطابق یہ دنیا حادث اور فانی ہے اس کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی۔ اسے بقا نہیں بلکہ ایک دن وہ بھی فنا ہو گی یہ دارالامتحان اور مزرعۂ آخرت ہے یہاں کے اچھے اور بُرے اعمال کی جزا و سزا حیات بعد الممات میں ملے گی

لیکن آریہ مذہب دنیا کو ازلی و ابدی مانتا ہے اس کے خیال میں نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی ان کے عقیدے کی بنا پر خدا کی طرح روح اور مادہ بھی ازلی اور ابدی ہیں ان میں سے کوئی بھی حادث نہیں بلکہ ہر ایک قدیم اور غیر مخلوق ہے ان کے خدا کی حیثیت ایک کمہار کی سی ہے جو مٹی اور چاک کی مدد سے طرح طرح کے چھوٹے بڑے برتن بنا دیتا ہے چونکہ روح و مادہ دونوں کو خدا نے موجود پایا اس لیئے ان کے باہمی امتزاج و آمیزش سے مختلف چلتی پھرتی تصویریں اور دوسری جامد و ساکت چیزیں

بنادیں۔ بس خدا کا اتنا ہی کام ہے کہ وہ روح و مادہ کی مقدار مختلف
تناسب سے لے اور ان کو یکجا کر دے جس سے لازمی طور پر خود بخود ایک
شکل بن جائے گی جس طرح ایک عطار یا کمپونڈر مختلف ادویہ کو مختلف
مقداریں ایک جگہ کر کے ایک نیا مرکب بنا لیتا ہے۔ بس
اسی طرح خدا نے روح و مادہ کو خاص خاص تناسب سے لیکر یکجا کر دیا ہے
جس سے نتیجتاً دنیا کی چیزیں معرض وجود میں آگئی ہیں ان کے عقیدہ کے
رو سے خدا روح و مادہ کا خالق نہیں ہے اور اگر یہ دونوں چیزیں
واجب الوجود قائم بالذات اور قدیم نہ ہوتیں تو خدا میں یہ قدرت
نہ تھی کہ وہ روح یا مادہ میں سے کسی کو خلق کر سکتا۔

خدا، روح اور مادّہ کے متعلق ان کے اسی عقیدہ کا فطری۔ لازمی اور
قہری نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں جزا و سزا کے بارے میں بھی ایک ناقابل فہم اور
بعید از عقل نظریہ وضع کرنا پڑا جسے تناسخ یا آواگون کہا جاتا ہے
اور جس کا یہ مطلب ہے کہ انسان اپنی زندگی میں جو اچھے یا برے اعمال
کرتا ہے انھیں کی جہت سے مرنے کے بعد اس کی روح کو خدا کسی ایسے
قالب میں بھیج دیتا ہے جہاں وہ اپنے گزشتہ اعمال و افعال کے
مطابق راحت یا تکلیف اٹھاتا ہے آریہ دھرم حیوانات کے علاوہ
نباتات بلکہ جمادات میں بھی روح کا قائل ہے اور شجر و حجر کسی کو بھی روح

سے خالی نہیں سمجھتا جانداروں اور شجر و حجر کی مختلف صنفوں species
اور ہر صنف کے افراد کی حالتوں کا باہمی تفرقہ اس لیئے ہے کہ ان میں
مقید روحوں نے اپنی گزشتہ زندگیوں میں جو اعمال کیئے تھے وہ بھی
ایک دوسرے سے مختلف تھے مثلاً سادھو کے قاتل کو مرنے کے بعد گائے کے
قالب میں منتقل کر دیا گیا غلہ کے چور کو چوہے کی شکل دیدی گئی پانی چرانے والے کو
مینڈک بنا دیا گیا، بے جرم جنتا قتل کرنیوالے کو بھیڑیا بنا دیا گیا۔ دروغگو کو کسی
درخت کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا غیبت کرنیوالے کو کسی دوسری دھات کا
لباس پہنا دیا گیا کسی کو اچھے کرموں کی بنا پر راجہ بنا دیا کسی کو فقیر کر دیا
کسی کو جزا کے طور پر تندرستی عطا کی اور کسی کو سزا کے طور پر بیماری و تکلیف
میں مبتلا کر دیا غرضکہ مختلف قالبوں میں ارواح کے انتقال کا یہ سلسلہ
ایک لا متناہی سلسلہ ہے جو اسی طرح چل رہا ہے اور اسی طرح چلتا رہے گا
ظاہر ہے کہ اگر خشت اول کج رکھدی گئی ہے تو پھر ثریا تک عمارت
بناتے چلے جایئے ہمیشہ کج ہی رہے گی آریوں کی بنیادی و ابتدائی غلطی
یہی ہے کہ انہوں نے دنیا کو غیر فانی مانا اور خدا کے ساتھ روح و مادہ کو
بھی قدیم اور واجب الوجود سمجھنے لگے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معاد
کا نظریہ قائم کرنے میں بھٹک گئے اور تناسخ کے غیر عقلی اور بے مفہوم عقیدہ
کو صحیح تسلیم کرنے لگے ..

چونکہ مذکورۂ بالا دونوں عقیدے ایک دوسرے سے دست وگریباں ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ سب سے اول آریوں کے پہلے عقیدہ پہ اور اس کے بعد دوسرے عقیدے پر سرسری روشنی ڈالیں۔

آریوں کا دعویٰ تو یہ ہے کہ وہ موحد ہیں اور صرف ایک ہی خدا کے ماننے اور پرستش کرنے والے ہیں لیکن ان کے اس عقیدے کی موجودگی میں کہ خدا روح و مادہ کا خالق نہیں ہے بلکہ وہ دونوں قدیم اور غیر مخلوق ہیں ان کی توحید توحید نہیں رہتی بلکہ خدا روح اور مادہ تینوں ایک نوعیت و درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔

یہ عقیدہ عقلی معیار پر بالکل غلط ثابت ہوتا ہے اور اس پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کی موجودگی میں انھیں کسی طرح صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ جب خدا بھی غیر مخلوق اور قدیم۔ روح بھی غیر مخلوق اور قدیم اور مادہ بھی غیر مخلوق اور قدیم تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ ان میں سے کسے خدا اور کسے روح اور کسے مادہ سمجھا جائے اور اگر روح کو خدا۔ خدا کو مادہ اور مادہ کو روح سمجھ لیا جائے تو آریہ مذہب کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی بنا پر وہ اسے غلط ثابت کر سکے جب تینوں قدیم قائم بالذات۔ واجب الوجود اور غیر مخلوق ٹھہرے تو پھر ان میں فرق ہی کون سا ہے جس کی بنا پر خدا کو خدا۔ روح

کو روح اور مادہ کو مادہ سمجھا جا سکے اور آریہ حضرات کے نزدیک وہ کون سے تفرقے ہیں جو ان تینوں کو ایک دوسرے سے ممیز و ممتاز بنا دیتے ہیں اور جن کی بنا پر ہر ایک الگ الگ پہچانا جا سکتا ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ جو اوصاف خدا میں ہیں وہ مادہ و روح میں نہیں جو مادہ میں ہیں وہ خدا و روح میں نہیں ہیں اور جو روح میں ہیں وہ خدا و مادہ میں نہیں ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی اپنے مقام پر کامل نہیں بلکہ ہر ایک ناقص ہے ظاہر ہے کہ ناقص واجب الوجود نہیں ہو سکتا یہ بھی تو دیکھئے کہ ان میں کسی ایک کی ذات بھی بسیط نہ رہی بلکہ ہر ایک کو علاوہ مشترک جزو کے ایک مخصوص جزو کی احتیاج پیدا ہو گئی اور وہ چیز جو اپنے وجود میں دوسرے کی محتاج ہو فانی اور عارضی ہوتی ہے یعنی وہ کسی وقت نیست تھی اور بعد میں ہست ہوئی پہلے عدم تھی اور بعد میں موجود بنی۔ آریوں کے اس عقیدہ کی بنا پر تو نہ صرف روح و مادہ قدیم و غیر مخلوق ٹھہرتے ہیں بلکہ خدا بھی حادث۔ فانی اور مخلوق قرار پاتا ہے۔

اس غلط عقیدہ کے بعد اس کے نتیجہ میں جتنے بھی عقائد و نظریات قائم کیے جائیں گے وہ سب غلط ہی ہوں گے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے معاد کے بارے میں جو عقیدہ قائم کیا وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ

ان کا عقیدۂ توحید۔

عقیدہ تناسخ کے معرض وجود میں آنے کا ایک سبب اور بھی ہوا ہے اور وہ یہ کہ آریہ مذہب کی عقل وفہم دنیا کے رنج و راحت کے حقیقی اسباب وعلل تک نہ پہونچ سکی اور وہ ان تفرقوں کے وجوہ سمجھنے سے قاصر رہے جو دنیا میں نظر آتے ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ کوئی مفلس ہے اور کوئی خوشحال۔ کوئی آرام میں ہے اور کوئی تکلیف میں۔ کوئی رئیس ہے اور کوئی فقیر۔ کوئی تندرست ہے اور کوئی بیمار تو انھوں نے اٹکل پچو اس کے یہ معنی پہنائے کہ ہو نہ ہو دنیا کا یہ تفرقہ گزشتہ زندگی کے اعمال کا نتیجہ ہے اس لیے کہ ان کے نزدیک مادہ اور روح کو کبھی فنا ہی نہیں ہے اور دنیا کا یہ کارخانہ ہمیشہ سے یوں ہی چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ یوں ہی چلتا رہے گا وہ ایشور کو دیالو اور کرپالو بھی کہتے ہیں اور اس لیے ان کی سمجھ میں نہ آیا کہ خدا جو باپ کی طرح شفیق و مہربان ہے اور عدل و انصاف سے بھی کام لیتا ہے اس نے اپنی مخلوق کے درمیان یہ فرق کیوں پیدا کیا اس کے عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر جاندار کے ساتھ وہ مساویانہ سلوک کرے نہ یہ کہ کسی کو دولتمند بنا دے اور کسی کو اتنا مفلس کہ وہ نان شبینہ کو بھی محتاج نظر آئے کسی کو قوی دست و تنومند پیدا کرے اور کسی کو

کمزور و لاغر۔ کوئی مسرت و اطمینان کی ہنسی ہنس رہا ہو اور کوئی رنج و مصیبت میں مبتلا ہو۔ کوئی حریر و دیبا کا لباس پہنے ہو اور کوئی نیم عریاں نظر آ رہا ہو۔ جب اس اختلاف کے صحیح اسباب ان کی سمجھ میں نہ آئے تو انھوں نے یہ یقین کر لیا کہ ان تفرقوں کی وجہ بس یہی ہو سکتی ہے کہ وہ پچھلے جنم کے کرموں کا پھل ہوں اس لیے کہ اگر یہ رنج و راحت صحت و علالت اور افلاس و دولت خدا کی دی ہوئی تسلیم کر لی جائے تو خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے۔ اور اس لیے ان باہمی تفرقوں کو خدا کے ظلم پر مبنی قرار دینے سے یہ کہیں زیادہ بہتر ہے کہ اُسے انسان کے گزشتہ اعمال کا نتیجہ سمجھا جائے۔

یہ ہیں وہ خیالات جو تناسخ کے عقیدہ کو صحیح ماننے والوں کی طرف سے ظاہر کیے جاتے ہیں۔

ہمیں سطور ذیل میں یہ دکھانا ہے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے رنج و راحت کا سبب صرف یہ قرار دے لینا کہ وہ گزشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ ہے کسی طرح درست نہیں بلکہ اس کے کچھ دوسرے وجوہ ہیں جہاں تک ہمارے آریہ بھائیوں کی نظر نہیں پہونچ سکی ہے۔

اندازہ اور قیاس پر رائے قائم کر لینا اور پھر یہ سمجھنا کہ ہماری رائے بالکل صائب و صحیح ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسری رائے ہو ہی

نہیں سکتی قطعاً غلط ہی مثلاً کسی شخص کے ظاہری اخراجات سے اس کی
آمدنی کئی گنا زیادہ ہی لیکن وہ پھر بھی تکلیف میں رہتا ہی ایسی حالت
میں بغیر تحقیق حالات کئے ہوئے یہ رائے قائم کرلینا کہ وہ اپنا روپیہ
شراب خواری قماربازی اور عیاشی میں صرف کردیتا ہی کسی طرح صحیح
نہیں ہوسکتا ممکن ہی کہ وہ شخص نیکوکار۔ خداترس اور پرہیزگار ہو وہ
برے کاموں میں اپنی آمدنی صرف نہ کرتا ہو بلکہ خفیہ طریقے سے یتیموں
اور بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کرتا ہو اور اسی جود وسخا اور ایثار کے
باعث وہ پیسہ کی طرف سے پریشان رہا کرتا ہو۔ بس اسی طرح آریوں
نے دنیا کے تفرقوں کو دیکھ کر اندازہ و قیاس پر بغیر چھان بین کیے
ہوئے یہ پختہ رائے قائم کرلی ہی کہ وہ گزشتہ جنم کے اعمال کا ثمرہ ہیں
اور بس۔ لیکن یہ کیا ضرور ہی کہ یہ تفرقہ اور رنج و راحت جو دنیا میں
پایا جاتا ہی پچھلے جنم کے اعمال کا نتیجہ ہی ہو۔ ممکن ہی کہ اس کے اسباب
علل کچھ اور ہوں جہاں تک آریہ حضرات کے دماغ کی رسائی نہ
ہوسکی ہو۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دنیا دارالامتحان اور عالم اسباب
ہی۔ خالق عالم نے اس کا نظام کچھ اس طرح قائم کیا ہی کہ علت و معلول
کی تمام کڑیوں کو سمجھ لینا آسان نہیں ہی اور دنیا خواہ کتنی ہی ترقی

کر جائے اس کے لیے ہر بات کا جان لینا غیر ممکن ہے خدا حکیم مطلق
ہے اس نے جو چیز بھی خلق فرمائی ہے وہ کسی حکمت عظیم کے ماتحت تاریکی
کو پیدا کیا اس لیے کہ روشنی کی تمیز کی جا سکے تنگدستی کو پیدا کیا اس
لیے کہ انسان فارغ البالی کی اہمیت جان سکے۔ بیماری کو بنایا اس
لیے کہ صحت و تندرستی کی قدر کر سکے کسی چیز کی پہچان اس وقت تک
ممکن نہیں جب تک کہ اس کی ضد بھی سامنے نہ ہو دولت کی صحیح طور
پر قیمت و منزلت کو وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس کو فقر و فاقہ
کی تکلیفوں کا بھی احساس ہو تندرستی کی قیمت وہی سمجھ سکتا ہے جو یہ بھی
جانتا ہو کہ بیماری کتنی تکلیف دہ ہوتی ہے ممکن ہے کہ بعض انسان اس
لیے مبتلائے رنج کیے گئے ہوں کہ منزل رنج سے گزر جانے کے بعد راحت و
مسرت کی اہمیت کو جان سکیں یا اس لیے تاکہ ان لوگوں کو جو عیش و آرام
میں زندگی بسر کر رہے ہیں عبرت و تنبیہ ہو اور وہ ایسے اعمال کرنے کی
جرأت نہ کر سکیں جن کے نتیجہ میں یہ خدائی نعمتیں سلب ہو جائیں اور
ان کا عیش و آرام رنج و محن سے بدل جائے۔

جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے دنیا مزرعہ آخرت اور دار الامتحان
ہے اور ہر انسان اپنی حالت میں مخصوص عنوانات سے آزمائش و امتحان
کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ افلاس میں بعض افراد کو اسلیے مبتلا کیا گیا تاکہ

مفلسوں کے صبر و شکر کا امتحان لیا جا سکے اور یہ جانا جا سکے کہ وہ
شدائد و مصائب میں کس طرح ثابت قدم رہتے ہیں اور بھوک
کی تکلیف سے عاجز آکر کسب معاش کے ناجائز ذرائع تو اختیار
نہیں کرتے بعض اشخاص کو دولت اس لیے دی تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے
کہ وہ اپنی دولت کو جائز مصارف پر کس طرح صرف کرتے ہیں یا بھوکوں
کو کھانا کھلاتے ہیں یا نہیں محتاجوں کی دستگیری کرتے ہیں یا نہیں اور
ننگوں کی تن پوشی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یا نہیں ۔ نابینا کو بصارت
سے محروم کر کے خدا نے اگر ایک طرف خود اس کے صبر و استقلال کی آزمائش
کی تو دوسری طرف بصارت رکھنے والوں کے جذبۂ ایثار و ہمدردی
کو اس طرح جانچا کہ وہ اس کی کہاں تک اعانت و امداد کرتے ہیں اور اگر
وہ کنوئیں میں گر رہا ہے تو وہ اُسے بچاتے ہیں یا نہیں اسی مفہوم کو
شیخ سعدیؒ نے اس طرح ادا کیا ہے ۔

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است ۔۔۔ وگر خاموش بنشینی گناہ است

غرضکہ ان ہی مثالوں پر دنیا کے تمام تفرقوں کے وجوہ کا اندازہ
کیا جا سکتا ہے ۔

آریہ حضرات کا یہ خیال کہ اگر دنیا کے تفرقوں کو پچھلے جنم کے
انسانی اعمال کا ثمرہ قرار نہ دیا جائے تو خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے

ایک ایسا خیال ہے کہ جس میں کوئی استحکام و قوت موجود نہیں ہے اختلاف
تضاد کے جو وجوہ ہم نے اوپر بیان کیے ہیں وہ ان کے اس عقیدے
کو بالکل باطل ٹھہراتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس تفریق و امتیاز کو خدا کے
ظلم پر اس وقت مبنی قرار دیا جا سکتا تھا جبکہ انسان کو جو کچھ دیا گیا ہے
وہ کسی استحقاق کی بنا پر ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ خدا
کی عطا ہے اور عطا اور مزدوری میں فرق ہے ایک معمار نے ہمارا مکان
بنایا اور اس کے عوض میں ہم نے پچاس روپیہ دیئے تو یہ اس کی مزدوری
ہے جس کا ادا کرنا ہمارا فرض ہے اور معمار اپنے استحقاق کی بنا پر اس کے
پانے کا حقدار ہے اور اگر ہم اس کی یہ واجب الادا اجرت نہ دیں یا کم
دیں تو ہم اخلاقاً قانوناً اور مذہباً مواخذہ دار اور گنہگار رہیں گے لیکن
عطا یا بخشش کی صورت اس سے مختلف ہے صبح سے لے کر شام تک میرے
دروازے پر دس سائل آتے ہیں ان میں سے کسی کو کچھ دیتا ہوں اور
کسی کو کچھ اور کسی کو خالی ہاتھ بھی واپس کر دیتا ہوں ان سائلوں میں
سے کسی کو یہ شکایت کرنے کا حق نہیں کہ فلاں کو زیادہ کیوں دیا اور مجھے
کم کیوں دیا یا بالکل خالی ہاتھ کیوں لوٹا دیا۔ میں نے ان کے درمیان جو
تفریق و امتیاز کی حدیں قائم کر دیں ان کی بنا پر میں ظالم اس لیے نہیں قرار
پا سکتا کہ ان سائلوں نے میری کوئی خدمت انجام دے کر مجھ سے کچھ

پانے کا خود کو مستحق نہیں بنایا تھا بلکہ یہ میری بخشش و عطا تھی اور اس
لیے میں اس کا مجاز ہوں کہ جسے چاہوں عطا کروں اور جسے چاہوں
عطا نہ کروں خدا نے انسان کو جو نعمات دیئے ہیں وہ بھی کسی استحقاق
کی بنا پر نہیں ہیں بلکہ سب بر بنا ر عطا ہیں جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے
کم ملنے پر شکوہ کا کسی کو حق حاصل نہیں اور نہ اس وجہ سے خدا ظالم قرار
پا سکتا ہے ایک باغ میں چند پودے ہیں مالی ایک کو کیوڑہ و گلاب
سے سینچتا ہے اور دوسرے کو خالی پانی سے اور تیسرے کی طرف وہ بالکل
توجہ ہی نہیں کرتا اور اُسے سوکھنے دیتا ہے تو کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ
مالی نے ناانصافی سے کام لیا اور تمام پودوں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ
نہیں کیا۔ پھر بھی چونکہ خدا دانا و حکیم ہے اس لیے اس کا قائم کیا ہوا
تفرقہ مصلحت پر ضرور مبنی ہے۔ اگر ہم اس کی کسی نعمت سے محروم ہیں
تو سمجھنا چاہیے کہ ایسا کسی زبردست مصلحت کی بنا پر ہے خدا کو ہم
سے نہ کوئی عناد ہے نہ یہ خواہش کہ وہ دوسروں کو دے اور ہمیں نہ دے
اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پہ
مجھ سے کیا ضد تھی جو تو بھی کسی قابل ہوتا
ممکن ہے کہ خدا نے کسی مصیبت میں اس لیے مبتلا کیا ہو تاکہ ہم اُس سے
زیادہ شدید و عظیم مصیبت سے محفوظ رہ سکیں اس کا اندازہ مجھے ایک مرتبہ
خوب ہوا سنہ ۱۹۳۰-۳۱ء میں لکھنؤ کے اندر ایک مشہور و نامور ڈاکٹر

نے ہنگامہ برپا کر رکھا تھا چوری اور ڈاکہ زنی کی وارداتیں بڑھ گئی تھیں شہر میں ہر چہار طرف خوف و ہراس چھایا ہوا تھا رات کو پولیس کی زبردست گشت کے باوجود ہر ہر محلہ کے ساکنوں نے اپنی اپنی حفاظتی ٹولیاں خود بھی بنا رکھی تھیں جو رات کو محلہ بھر میں گشت کرکے حفاظت کرتی تھیں لیکن اہل شہر اس قدر خوفزدہ ہو گئے تھے کہ ذراسی تاریکی شب میں آہٹ ہوئی اور یہ سمجھ لیا گیا کہ ڈاکو آپہونچے بس پھر کیا تھا رئیسوں کے مکانون سے ہوائی فیر کی آوازیں آنے لگیں گویا وہ ڈاکوؤں کو خوف زدہ کرکے بھگانا چاہتے تھے لیکن شہر میں ایک میں ہی ایسا شخص نہیں تھا جو رات کو بے فکری و اطمینان سے سوتا تھا بلکہ مجھ ایسے ہزاروں اشخاص اور بھی ہوں گے جن کو نہ چور کا کھٹکا تھا اور نہ ڈاکو کا غم۔ اُس زمانہ میں میں اپنی بے مائگی پر بڑا مسرور و مطمئن تھا اور اطمینان و بے فکری کا جہاں تک سوال تھا لکھنؤ کا کوئی دولتمند بھی میرا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا میں خدا کا شکر کیا کرتا تھا کہ اچھا ہوا میرے پاس دولت نہ ہوئی اگر دولت ہوتی تو روسا کی طرح میرے لیے بھی راتوں کا سونا حرام ہو جاتا اب آپ خود غور فرمائیں کہ بھلا میں خدا سے اس کا کیون شکوہ کروں کہ اُس نے مجھے سرمایہ دار نہیں بنایا جبکہ میں کمی دولت کی حالت میں خود کو زیادہ خوش اور مطمئن پاتا ہوں اور ایسی صورت میں جبکہ میں اپنی موجودہ

حالت میں مطمئن ہوں مجھے یہ عقیدہ رکھنے کی کوئی وجہ نہیں کہ میرا دولتمند نہ ہونا ان اعمال و افعال کا نتیجہ ہی جو میں نے اپنے گزشتہ جنم میں کیے تھے

ان تمام مصلحتوں کا سمجھ لینا انسان کے لیے ممکن نہیں ہی جن کی بنا پر خدا نے دنیا میں تفرقے کے حدود کو قائم کیا ہی لیکن پھر بھی بہت سی موٹی موٹی باتیں ہماری سمجھ میں آتی رہتی ہیں۔ ایسی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں کہ آج انسان کے پاس دولت نہیں ہے تو وہ تمام اوصاف و صفات کا مجسمہ بنا ہوا ہے لیکن کل دولت حاصل ہو جانے کے بعد شیطان مجسم بن گیا ہی اور اس سے سیکڑوں افعال بد سرزد ہونے لگے ہیں امومی خاندان کا بادشاہ عبد الملک جس کے زمانہ میں ہندوستان کے صوبہ سندھ پر بھی حملہ ہوا تھا تاج و تخت ملنے سے قبل بڑا نیک اور پارسا تھا مسجد مدینہ میں دن رات عبادت و ریاضت میں منہمک رہتا تھا اور نیکوکاری اور پاک نفسی کے لیے کافی شہرت رکھتا تھا لیکن جب سلطنت و دولت مل گئی تو تمام زہد و اتقا تشریف لے گیا اور ایسے ایسے مظالم وہ کام مرتکب ہوا جن کی تفصیل سے جسم میں لرزہ پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ایسی صورت میں خدا کا دولت نہ دینا بھی ایک قسم کی نعمت ہے خواہ اُسے ہم اپنی کوتاہی عقل کی وجہ سے نعمت نہ سمجھیں نعمات و عطایا کی خدا کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں لیکن بہت سی صورتوں میں انسان ان

نعمتوں سے مستفید ہونے کا اہل نہیں ہوتا اور اس لیئے اس کے ساتھ رحم و انصاف یہی ہے کہ ان سے اس کو محروم رکھا جائے اسی خیال کو مشرق کے حکیم سعدی نے اس طرح ظاہر کیا ہے۔

چو در را عمل بسیار است و لے نیستر گرمی دار است

ہو سکتا ہے کہ خدا نے کمزوروں کو قوت و طاقت سے اس لیے محروم کر دیا ہو کہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو یہی کمزور طاقت و قوت کی موجودگی میں فساد عظیم کا باعث ہوتے۔ کمزوروں کو ستاتے بندگان خدا پر ظلم و تعدی کرتے اور غریبوں کی زحمات و تکالیف کا سبب بنتے۔

گربہ مسکیں اگر پر داشتے | تخم گنجشک از جہاں برداشتے

اس کے علاوہ دنیا عالم اسباب ہے اور قدرت کا نظام اس طرح قائم ہے کہ ہر سعی و عمل کا نتیجہ نکلے بغیر نہیں رہتا۔ فرض کیجئے ایک کسان ہے جو محنت کرتا ہے وقت پر جوتتا بوتا ہے ضرورت کا صحیح اندازہ کر کے آبپاشی کرتا ہے۔ اور صحیح وقت پر فصل کو کاٹتا ہے ظاہر ہے کہ اس کی ان مساعی کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ غلہ زیادہ پیدا ہو اور وہ رفتہ رفتہ خوشحال ہو جائے دوسرا کاشتکار ہے جو کاہل و سست ہے محنت و مشقت سے جان چراتا ہے۔ نہ کھیتوں

کی جتائی اچھی کرتا ہی نہ بیج اچھا ڈالتا ہے۔ نہ آبپاشی وقت پر کرتا ہی
اس کا فطری نتیجہ یہ ہوگا کہ غلہ کم پیدا ہو اس کی مالی حالت سقیم ہو جائے
اب ان دونوں کاشتکاروں کی خوشحالی و تباہ حالی کا سبب اس
کے پچھلے جنم کے افعال کو قرار دینا کہاں تک مبنی بر عقل ہو سکتا ہے جبکہ
یہ ظاہر ہے کہ پہلے کاشتکار کی راحت کا سبب اس کی محنت و مشقت
ہی اور دوسرے کے رنج و مصیبت کی وجہ اس کی سستی و کاہلی۔

ایک شخص شراب کا عادی ہے اور دن رات مے گساری اور بدمستی
میں پڑا رہتا ہی شراب کی کثرت اس کے پھیپھڑوں کو خراب کر دیتی ہی۔ جگر
کے فعل کو بگاڑ دیتی ہی دماغ کو ضعیف بنا دیتی ہی اور اس طرح وہ شخص
اپنی صحت و تندرستی کو غارت کر لیتا ہی ایسی حالت میں اس کی علالت و عدم
صحت کی ذمہ داری کسی طرح بھی خدا پر عائد نہیں کی جا سکتی بلکہ اس نے
خود اپنے پیر میں دیدہ و دانستہ کلہاڑی ماری ہے۔ اب اگر آپ اس بیماری
اور خرابی صحت کو پچھلے جنم کے افعال و اعمال کا نتیجہ قرار دیں تو اسے کسی
طرح صحیح نہیں کہا جا سکتا بلکہ اس کا سبب خود اس کے اپنے کرتوت ہیں
جن کی بدولت اس نے خود کو اس مصیبت میں مبتلا کیا ہی۔

ایک چور نے چوری کی گرفتار ہوا اور قید و بند کی مصیبتوں میں مبتلا کر دیا
گیا ظاہر ہی کہ اس کی ان تکلیفوں کا سبب خود اس کا فعل سرقہ تھا اور

انھیں پچھلے جنم کے افعال کا ثمرہ سمجھنا بالکل خلاف عقل بات ہے۔

ایک بدکار زانی گھناؤنے اور موذی امراض کا شکار رہ کر اذیت و تکلیف میں گرفتار ہو گیا ہے عقل سلیم تو اس کا سبب اس کی بدکاریوں ہی کو قرار دیتی ہے اور سامنے کی ایک سیدھی بات کو پس پشت ڈال کر اس پیچ در پیچ اور گنجلک بات کو قبول نہیں کر سکتی کہ اس کی موجودہ مصیبتیں کسی پہلی زندگی کے کرموں کا پھل ہیں۔

ایک شخص ورزش کرتا ہے اور اصول حفظان صحت کا پورا پورا لحاظ رکھتا ہے جس کی وجہ سے بیماری کبھی اس کے پاس نہیں آتی وہ تندرست توانا اور قوی ہے۔ بازوؤں میں کس بل ہے۔ اب اس کی قوت اور صحت کو اس کی ورزش و احتیاط کا نتیجہ سمجھا جائے گا یا گزشتہ جنم کے کسی فعل حسن کا نتیجہ قرین عقل تو پہلی ہی بات معلوم ہوتی ہے اور دوسری بات قیاس و واہمہ پر مبنی دکھائی دیتی ہے۔

اگر دنیا کے ان تفرقوں کو پچھلے جنم کے افعال کا نتیجہ سمجھا جائے تو اس کا کیا جواب ہے کہ سب پہلی مرتبہ جو اتنا نباتات اور جمادات خلق کیے گئے تو وہ کس جرم کی پاداش میں جب روحوں کو کسی قالب میں آکر اچھے برے افعال کرنے کا موقع نہیں ملا تھا تو پھر ان کو انسان، چرند، پرند، شجر و حجر، چاند، سورج اور ستاروں کے قالب میں کیوں محبوس کر دیا گیا اور وہ کس خطا میں

موردِ عذاب بنائے گئے۔

اس معمہ کا حل سوائے اس کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا کہ تناسخ کے عقیدے کو غلط قرار دیا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ خدائے حکیم و دانا نے گوناگون مصالح کی بنا پر ان تفرقوں کو قائم رکھا ہے جن کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اس کی ہر مصلحت پوری طرح انسان کی سمجھ ہی میں آ جائے۔

آریوں کے عقیدے کے مطابق صرف وہی راہ حق پر ہیں اور باقی تمام مذاہب کے پیرو گمراہی پر۔ عیسائی اور مسلمان بھی ان کے نزدیک راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جتنے انسان دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں پچھلے جنم کے افعال و اعمال کے نتیجہ ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب و مشرق میں بسنے والے عیسائی اور مسلمان بہ اعتبار صحت و دولت اور بہ لحاظ وقار و قوت ہندوؤں سے بہت زیادہ بہتر حالت میں ہیں آریوں کے اصول تناسخ کی بنا پر اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انھوں نے پچھلے جنم میں اچھے کام کیے ہوں گے اور ممکن ہے کہ ان میں سے اکثر دھرما تما آریہ رہے ہوں پچھلے جنم کے اچھے کرموں کا یہ پھل ہے تو ہو سکتا ہے کہ آج یورپ اور ایشیا میں لاکھوں کی تعداد میں لکھپتی اور کروڑپتی موجود ہیں جن کی دولت کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس صورت میں ایک گتھی سمجھ میں نہ آ سکی اور وہ یہ کہ ایک طرف انھیں پرمیشور نے غیر آریہ بنا کر ایسی گمراہی میں

مبتلا کر دیا جس کی پاداش میں وہ مرنے کے بعد کسی بُرے قالب میں بھیج کر نشٹ
بھرشٹ کیے گئے اور دوسری طرف انھیں اکرام و انعام سے بھی نوازا تندرست و توانا
بنایا۔ دولتمند کیا عزت بخشی۔ آبرومند بنایا غرضکہ ہر قسم کی نعمت عنایت کر دی
آخر یہ متضاد باتیں کیسی۔ اگر انھوں نے پہلی زندگی میں اچھے اعمال کیے تھے
تو انھیں گمراہ قوم میں پیدا ہی نہ کرنا چاہیئے تھا بلکہ کسی راسخ العقیدہ آریہ دھرما
کے گھر جنم دینا چاہیئے تھا اور اگر وہ بُرے اعمال کے مرتکب ہوئے تھے تو دولت
اقبال کامیابی و کامرانی اور اطمینان و شادمانی کی کنجی اُن کے حوالہ نہ کر دینی چاہیئے
تھی اور انصاف کا مقتضی یہ تھا کہ وہ کسی رخ سے بھی تناسخ کے ماننے والوں
کی بہ نسبت اچھی حالت میں نہ رکھے جاتے۔

نباتات و جمادات میں بھی تناسخ کے عقیدے کی بنا پر روح ہے
اور ویسی ہی روح جیسی حیوانات میں ہوتی ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو ہمارے
آریہ حضرات پتھروں کو کاٹ کاٹ کر اور توڑ توڑ کر مکان کیوں بناتے
ہیں درختوں کی لکڑیاں عمارتوں میں کیوں صرف کرتے اور ایندھن کے
طور پر کیوں جلاتے ہیں۔ ترکاریاں اور سبزیاں کیوں کھاتے ہیں ایک طرف
تو وہ اہنسا کے اصول کو صحیح سمجھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ کسی ذی روح
میں بھی جیو ہتیا نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن تعجب تو اس امر پر ہے کہ جمادات
کی روح کو تو وہ روح سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے عقیدے کی بنا پر یہ

وہی روح شجر و حجر میں بھی موجود ہے جو حیوانات میں جب تک وہ سبزیاں کھاتے
رہیں گے معدنیات کی مختلف چیزیں روزمرہ استعمال کرتے رہیں گے اور لکڑی
کو کام میں لاتے رہیں گے وہ جیو ہتیا کے الزام سے بچ نہیں سکتے البتہ ان
تمام چیزوں کا استعمال ان کے لیے اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ وہ تناسخ
کے عقیدے کو غلط سمجھیں۔

تناسخ پر عقیدہ رکھنے والوں نے کبھی ان خرابیوں پر غور ہی نہیں کیا
جو اس عقیدے سے پیدا ہوتی ہیں اگر اصول تناسخ کو صحیح مان لیا جائے تو پھر
دنیا میں علم طب کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اس لیے کہ انسان کو جو امراض
لاحق ہوتے ہیں وہ پچھلے جنم کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اس صورت میں کوئی
طبیب کوئی ڈاکٹر اور کوئی وید علاج و معالجہ کے ذریعہ سے خدا کو اس سے
باز نہیں رکھ سکتا کہ وہ گنہگاروں کو ان کے اعمال بد کی سزا نہ دے جب
گزشتہ زندگی کے گناہوں کے بدلے میں بیماریوں کا لاحق ہونا ضروری ہے
تو پھر دوائیں کس طرح کارگر ہو سکتی ہیں اور وہ خدا کو عدالت سے کس طرح
باز رکھ سکتی ہیں بلکہ علاج و معالجہ میں کوشش کرنا ایک قسم کا پاپ قرار پاتا ہے
خدا تو مجرم کو اس جرم کی سزا دینا چاہتا ہے اور آپ اس کے کام میں خلل انداز
ہونے کی کوشش کرتے ہیں جج اگر کسی چور کو سزائے قید دے کر جیل میں بند
کر دے اور آپ جج کی منشا کے خلاف اس کو جیل خانہ سے نکال کر فرار کر دیجیے

کی کوشش کریں تو آپ کا یہ فعل بھی قانون کی نظروں میں جرم قرار پائے گا
جب آپ کسی دنیاوی منصف کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے مجاز نہیں تو خدا
کے عدل و انصاف میں آپ کو بدرجہ اولیٰ مزاحمت پیدا کرنے کا حق نہیں
ہو سکتا اور اگر آپ نے ایسا کیا تو ایک ناقابل عفو گناہ کے مرتکب ہوں گے

اور پھر اگر امراض پچھلے جنم کے گناہوں کا نتیجہ ہیں تو دواؤں سے ان کا
ازالہ کیسے ہو جاتا ہے فرض کیجیے کہ آج ایک شخص بخار میں مبتلا ہوا تو اس
کے یہ معنی ہوں گے کہ اس نے پچھلے جنم میں کوئی ایسا گناہ کیا تھا جس کی پاداش
خدا نے بخار رکھی ہے۔ اب اس کے گناہ کے اعتبار سے جتنے دن اُسے سزائے
بخار میں مبتلا رہنا ہے ضرور رہے گا اور کوئی علاج و معالجہ اُسے اس
سزا سے نجات نہیں دلا سکتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دوا سے بخار اُتر
جاتا ہے اب اس بخار کو کسی گزشتہ عمل بد کا نتیجہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے اگر
بخار سزا کی حیثیت سے آیا ہوتا تو دوا اثر خیزی میں ناکام ثابت ہوتی
اور اگر یہ کہا جائے کہ سزا کی مدت بخار آنے اور دوا دیئے جانے تک ہی تھی
تو پھر اگر دوا نہ بھی دی جاتی تو بھی میعاد سزا پوری ہونے کے بعد بخار
خود بخود جاتا رہتا ایسی صورت میں دوا کا دینا بالکل بے سود قرار پاتا ہے غرضیکہ
اگر تناسخ کے عقیدے کو صحیح مان لیا جائے تو دنیا میں طبیبوں، ڈاکٹروں
اور ویدوں کی کوئی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی اور فن طب بالکل بیکار ہو جاتا ہے

انسان اشرف المخلوقات ہی اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر چیز
اُسی کی خدمت اور اسی کی نفع رسانی کے لیے خلق کی گئی ہی اگر جانور نہ ہوں
تو ہم اپنی کھیتی باڑی سواری باربرداری اور دودھ مکھن کی ضرورتیں
کیسے پوری کریں اگر نباتات نہ ہوں تو غذا سامان لباس اور دیگر لوازماتِ
زندگی کس طرح حاصل ہوں۔ اگر جمادات نہ ہوں تو عمارتیں پل سڑکیں
آلات مدافعت و جنگ اور روزمرہ کے استعمال کے لیے ظروف کس طرح بنائے
جائیں یہ ایسی ناگزیر چیزیں ہیں جن کے بغیر انسان چند گھنٹہ بھی اپنی زندگی
کو باقی نہیں رکھ سکتا عقل سلیم غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہونچتی ہی کہ دنیا
کی تمام اشیا پچھلے جنم کے کسی عمل کا ثمر نہیں ہیں بلکہ اس لیے خلق کی گئی ہیں
تاکہ انسان انھیں اپنے صرف میں لا کر خود کو اس قابل بنائے کہ وہ
ان فرائض اور ذمہ داریوں سے بہ احسن الوجوہ عہدہ برآ ہو سکے جو
خدا نے اس کے اوپر عائد کر دی ہیں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

جب آریہ عقیدے کی بنا پر خدا نے ابتدائً کچھ جوان مرد اور
عورتیں پیدا کر کے زمین کو آباد کرنے کی داغ بیل ڈالی تو آخر یہ
نئی مخلوق کن اعمال کے نتیجہ میں خلق کی گئی اور کیا اس وقت سوا ئے
ان انسانوں کے شجر و حجر کچھ بھی نہ تھے اور اگر نہ تھے تو پہلے پہل دنیا

میں سب سے پہلے والے انسان اپنی ضروریات زندگی کو کس طرح پورا کرتے تھے اس لیئے کہ ابھی ان انسانوں سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا کہ مرنے کے بعد ان کی روحیں نباتات اور جمادات کی شکل میں منتقل ہو جاتیں۔

تناسخ کے عقیدے کی بنا پر یہ بھی لازم آتا ہے کہ خدا میں رحم و کرم کے صفات موجود نہیں ہیں اور نہ ہم سے وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم ان صفات حسنہ کا مظاہرہ کریں اور مصیبت زدگان سے ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں اس لیے کہ اصول تناسخ کی بموجب انسان کو دنیا میں جو راحت بھی حاصل ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی عمل خیر کے لازمی نتیجہ میں جو ہم نے پچھلے جنم میں کیا ہے اس میں خدا کے رحم و کرم کو کوئی دخل نہیں ہے۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے وہ خدا کی طرف سے انعام و اکرام کے طور پر نہیں بلکہ اس لیے کہ ہم اپنے گزشتہ اعمال نیک کی وجہ سے اس کے مستحق تھے اس طرح آریوں کا خدا نہ رحیم ثابت ہوتا ہے نہ کریم۔

اب رہی دوسری شق کہ نظریہ تناسخ کی بنیاد پر جس طرح خدا رحم و کرم نہیں کر سکتا اسی طرح سے وہ یہ بھی نہیں چاہتا کہ کوئی انسان کسی مصیبت زدہ سے اظہار ہمدردی کرے اور اس کی تکلیف کو کم کرنے یا رفع کرنے کی کوشش عمل میں لائے اس لیے کہ مبتلایان آلام اور گرفتاران بلا گویا معتوب مغضوب ہیں جو پچھلے گناہوں کی سزا میں مصیبت میں مبتلا کر دیئے

گئے ہیں بادشاہ کی رعایا میں سے کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس شخص کی کوئی مدد
کرے جس پر شاہی عتاب نازل ہوا ہو۔ اب اگر ہم نے بھوکے کو کھانا کھلا دیا
ننگے کی تن پوشی کر دی یا بیکار کو باکار بنا دیا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے یہ سب
کام نافرمانی خدا کی حد میں آجاتے ہیں۔ تناسخ کو صحیح ماننے کی حالت میں
تو خیر و خیرات ایک بے معنی چیز ہو کر رہ جاتی ہے اور محتاج خانے خیرات خانے
پبلک شفاخانے اور دوسرے رفاہ عام کے ادارے قائم کرنے کی کوئی ضرورت
باقی نہیں رہتی۔

تناسخ کے عقیدے کی صحت کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ دنیا
کا یہ تمام کارخانہ معاصی ہی کی بنیاد پر چل رہا ہے اور اگر معاصی کا وجود
باقی نہ رہے اور تمام انسان پاک دامن اور نیکوکار ہو جائیں تو پھر چاند سورج
ستارے۔ نباتات۔ جمادات۔ حیوانات کسی چیز کا بھی وجود نہ نظر آئے اسلیئے
کہ جب انسان گناہ کرتے ہیں تو ان کے مرنے کے بعد ان کی روحیں مختلف شجر و
حجر اور چرند و پرند کی صورتیں اختیار کرتی ہیں اگر گناہوں کا سلسلہ ختم ہو جائے
تو پھر دنیا کی یہ چیزیں جامہ وجود پہن ہی نہیں سکتیں اس لیے یہ لازم
ٹھہرتا ہے کہ خدا کا منشا یہ ہے کہ دنیا میں گناہ ہوتے رہیں تاکہ اس کی خدائی کا
کارخانہ چلتا رہے اور وہ طرح طرح کی چیزیں خلق کرتا رہے۔ اسی طرح
انسان بھی اپنی راحت و آرام کی خاطر ہمیشہ اس کے متمنی رہیں گے کہ دنیا

میں فسق و فجور اور ظلم و جور کا خاتمہ نہ ہو بلکہ ان میں برابر اضافہ ہوتا رہے اس لیے کہ اگر گناہ نہ ہوں گے تو نیکو کاروں کو خدا انعام و اکرام میں کیا چیزیں دے گا؟ مثال کے طور پر دیکھیے کہ مثلاً ایک شخص رام چرن نامی نے پچھلے جنم میں ایک ایسا نیک عمل کیا تھا جس کی جزا میں اسے موجودہ زندگی میں ایک گائے ملنا چاہیے اور مثلاً خدا نے سادھو کے قاتل کی سزا یہ رکھی ہے کہ اسے مرنے کے بعد گائے کی جون میں بھیجا جائے اب اگر دنیا میں کوئی شخص سادھو کے قتل کا مرتکب نہیں ہوا ہے تو گائے کیسے پیدا ہوگی اور رام چرن کو اس کے نیک عمل کا پھل کیسے دیا جا سکے گا اس لیے رام چرن کی فطری طور پر یہ خواہش ہونا چاہیے کہ دنیا میں کوئی انسان سادھو کے قتل عمد کا ارتکاب کرے تاکہ اسے گائے دستیاب ہو سکے اسی طرح خدا بھی اس کے لیے مجبور ہے کہ وہ کسی انسان کے ہاتھ سے سادھو کو قتل کرائے تاکہ وہ رام چرن یا اسی جیسے نیکوکار بندوں کو گائے کی شکل میں ان کی نیکیوں کا عوض دے سکے اور اگر تمام انسانوں نے نیکوکاری کی زندگی گزاری اور کسی نے سادھو کو قتل نہ کیا تو پھر خدا اپنے مستحق بندوں کو گائے کی صورت میں بدلا کیسے دے سکتا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں مصائب و آلام اور رنج و غم کی وجہ پچھلے جنم کی بداعمالیاں ہوں بلکہ اس دنیا میں بعض وقت انسان کو کسی نیکی

مقصد کے لیے بھی مبتلائے رنج و محن ہونا پڑتا ہے۔ فرض کیجئے میرے پاس صرف ایک روٹی ہے ایک دوسرا بھوکا آتا ہے اور میں انسانی ہمدردی کے جذبہ سے مغلوب ہو کر خود بھوکا رہتا ہوں اور وہ روٹی اُس بھوکے کو کھلا دیتا ہوں اس ایثار کی وجہ سے مجھے جو مصیبت گرسنگی برداشت کرنا پڑی اُس کا واضح سبب میری نیکی اور جذبہ ہمدردی ہے اسے کسی پچھلے گناہ کی سزا کیسے کہا جا سکتا ہے ایک شخص آگ کے شعلوں میں گھر گیا ہے میں انسانی ہمدردی میں اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اور جلتے ہوئے مکان میں گھس کر اُس شخص کو نکال لایا اور اس مستحسن کوشش میں مجھے جراحتیں بھی پہنچیں اور میرے جسم کے عضا بھی جھلس گئے اب یہ عقل کی کھوٹ ہوگی اگر میری مصیبت کو میری نیکی اور جذبہ انسانیت کا نتیجہ نہ سمجھا جائے بلکہ اس کا یہ مطلب نکالا جائے کہ میں نے پہلے جنم میں پاپ کئے تھے اور گناہوں کا مرتکب ہوا تھا جس کے بدلے میں مجھے اس مصیبت میں مبتلا ہونا پڑا اگر آپ نے میرے متعلق یہ رائے قائم کی تو گویا آپ جذبات ہمدردی و انسانیت کی توہین کر رہے ہیں اور ایسے ایثار پیشہ حضرات کو پست ہمت بنا رہے ہیں جو خود تکلیفوں میں مبتلا ہو کر دوسروں کو راحت پہنچاتے ہیں۔

دنیا میں صدہا رسول۔ نبی۔ رشی۔ منی گزرے ہیں جن کو دنیا میں اسی لیے بھیجا گیا تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو راہ مستقیم پر چلنے کی

ہدایت کریں۔ خدا کے ان پاک بندوں نے انسان کی اصلاح کی کوششوں میں اپنی زندگیاں گزاردیں اپنے فرض کی انجام دہی میں انہیں سیکڑوں رنج و آلام کا مقابلہ کرنا پڑا نا فرمان قوم کے ہاتھوں تکلیفیں جھیلیں مصیبتیں اُٹھائیں۔ رنج و غم سہے توہینیں برداشت کیں اور اکثر کو ظالموں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ کیا یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ ان پاک و پاکیزہ اور عظیم المرتبت ہستیوں نے یہ مصائب و آلام پچھلی بداعمالیوں کے عوض میں برداشت کیے۔ آریہ حضرات کو خود اپنے رشیوں اور منیوں کی زندگی کو دیکھنا چاہیے اور پھر انصاف سے کام لے کر عقیدہ تناسخ کی صحت و عدم صحت کے متعلق رائے قائم کرنا چاہیے۔ رام چندر جی کو بن باس کی صعوبات جھیلنا پڑیں آپ نے جنگلوں میں پا پیادہ سفر کیے محلوں کو چھوڑ کر درختوں کے سایہ میں دن گزارے شاہی کھانوں کو چھوڑ کر جنگلی پھل پھلاری پہ بسر کی سیتا جی کی جدائی کے کشٹ سہن کیے لنکا کے راکشش راون کے ہاتھوں ظلم و ستم اُٹھائے اب اگر ان مصیبتوں اور پریشانیوں کو آپ اپنے عقیدہ تناسخ کی بنا پر یہ کہیں کہ یہ سب کچھ پچھلے پاپوں کا پھل تھا تو خود ہی انصاف سے کہیے کہ کس آریہ کی عقل اسے باور کرے گی اور رام چندر جی کی مذہبی حیثیت کو سمجھنے اور انھیں پرمیشور کا اوتار جاننے کے بعد یہ کس طرح قبول کیا جا سکے گا کہ اس مذہبی پیشوا کا دامن بھی پاپوں سے آلودہ رہ چکا ہے۔

کرشن جی مہاراج مہابھارت کی اس جنگ میں شریک تھے جس کے
متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ حق و صداقت کے لیے تھی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جنگ
میں لڑنے والوں کو نہیں بلکہ مصائب و تکالیف برداشت کرنا ہوتے ہیں
مہابھارت کی حق و صداقت والی لڑائی میں کرشن جی اور ان کے ہمراہیوں
کو جو سب حق و صداقت کے لیے لڑ رہے تھے جو تکلیفیں اور اذیتیں جھیلنا
پڑیں کیا ان کے متعلق بھی آپ کا یہی نظریہ ہے کہ وہ پچھلے گناہوں کا نتیجہ
تھیں اور کیا کرشن جی جیسی عظیم المرتبت مذہبی ہستی کے بارے میں بھی ایسے
گستاخانہ خیال کو آپ اپنے دماغ میں جگہ دے سکتے ہیں۔
نیک کام میں بھی تھوڑی یا بہت تکلیف ضرور اٹھانا پڑتی ہے۔ آپ سورج
نکلنے سے پہلے بستی سے باہر دریا پر اشنان کرنے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ اس میں
تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ تیرتھ استھانوں کی یاترا کو جاتے ہیں اور اس سلسلہ میں
صعوبات سفر برداشت کرتے ہیں۔ برت رکھتے ہیں اور بھوک کا کشٹ سہن کرتے
ہیں۔ پُن اور دان کرتے ہیں اور روپیہ کا نقصان اٹھاتے ہیں تپسیا کرتے
ہیں اور جسمانی تکلیف جھیلتے ہیں کتنے رشی منی ہو گزرے ہیں جنھوں نے
تپسیا میں عمریں بسر کر دیں اور اپنے جسموں کو بڑی بھاری اذیتیں پہنچائیں
مہاتما بدھ نے ریاضت و عبادت میں شدید تکلیفیں برداشت کیں تو کیا
عبادت کے سلسلہ میں بھی جو مصائب انسان انگیز کرتا ہے وہ بھی پچھلے

پاپوں کا پھل ہوتے ہیں اور کیا آپ کا دل یہ قبول کر لینے کے لیے تیار ہے
کہ گوتم بدھ اور ان جیسے دوسرے مہاتماؤں نے پرمیشور کی خوشنودی
کیلئے عبادت و ریاضت میں جو تکلیفیں اُٹھائیں وہ اس لیے تھیں کہ وہ مذہبی ہستیاں
اپنے پچھلے جنم میں بدکار اور بد اعمال رہ چکی تھیں۔

تناسخ کا عقیدہ رکھنے والے انسانوں کیلیے خدا کی عبادت و بندگی
کی بھی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی جب رنج و راحت اپنے ہی اعمال کا
نتیجہ قرار پائے تو پھر ہمیں عبادت اور تپسیا سے خدا کو خوشنود کرنے کی کوئی
ضرورت نہیں اگر ہم نے اچھے کام کیے ہیں تو مرنے کے بعد ہماری روح خواہ مخواہ
اچھے قالب میں پہونچ جائیگی اور اگر بُرے افعال کے مرتکب ہوئے ہیں تو
قہری طور پر کسی ایسے قالب میں منتقل ہوگی جس میں تکالیف کا سامنا کرنا پڑے
خدا کو اس کا کوئی اختیار ہی نہیں رہتا کہ وہ ہماری کسی خطا کو معاف کر دے
اُس سے نہ طلب رحمت کی ضرورت ہے اور نہ کسی قسم کی دعا کرنے کی حاجت
اگر ہم نے پچھلے جنم میں کوئی نیک عمل کیا ہے تو خود ہی اس وقت ہمیں اُس کا
معاوضہ مل جائیگا اور اگر کوئی نیک عمل نہیں کیا ہے تو تناسخ ماننے والوں
کے خدا میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ ہم پر رحم کر کے بے منت و بغیر استحقاق
ہمیں کچھ عطا کر دے خواہ ہم خوشامد کریں اُس کے سامنے گڑگڑائیں دعا
مانگیں۔ وہ ہمیں کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ ایسی حالت میں جبکہ خدا نہ رحیم ہے

نہ کریم اور نہ وہ اپنی طرف سے ہمیں کچھ عطا کر سکتا ہے تو پھر دعا کرنا بھی بالکل بے سود ہو جاتا ہے پچھلے جنم میں جیسا کیا ہو گا اس کا پھل بہر حال مل کر رہے گا خدا ہمارے نوشتہ تقدیر کو پلٹ نہیں سکتا۔

تناسخ کے عقیدے کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا ایسا حاکم ہے جو معاف کرنا نہیں جانتا بلکہ اتنا سخت گیر ہے کہ بندہ سے خواہ نادانستہ طور پر ہی سہی اگر ایک مرتبہ کوئی چھوٹا سا بھی گناہ سرزد ہو گیا تو پھر عفو تقصیر محال ہے وہ حاکم بالا دست جو کسی کی خطا کو کسی حالت میں بھی معاف نہ کرتا ہو مقبول و ہر دلعزیز نہیں ہو سکتا بہر حال عقل بتاتی ہے کہ قلبی شرمندگی اور ندامت و انفعال خلوص دل سے توبہ اور آئندہ کے لیے گناہوں سے محترز رہنے کا صدق دل سے عہد ایسی چیزیں ہیں جن کی بنیاد پر تقصیر و گناہ معاف ہو سکتے ہیں لیکن اگر کسی با اختیار آزاد حاکم کو یہ چیزیں بھی کسی حالت میں اپیل نہ کریں تو وہ عوام کی حقیقی محبت کا مرجع قرار نہیں پا سکتا بلکہ لوگ دل میں اس سے نفرت رکھتے ہیں بس یہی حال تناسخ ماننے والوں کے خدا کا ہے جو کسی بندہ کی ایسی خطا کو بھی معاف نہیں کرتا جو سہو و نسیان کی بنیاد پر سرزد ہو گئی ہو۔

ہم آئے دن اس دنیا میں دیکھتے رہتے ہیں کہ ایک شخص کوئی جرم کرتا ہے اور پولیس اس کو گرفتار کر کے عدالت کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہے

وہ یہ سمجھ کر کہ میں سزا پاجاؤنگا قانون کی گرفت سے نجات نہ پاسکونگا اور معافی نہ مل سکے گی۔ فرار کرجاتا ہی پولیس اس کے کھوج میں لگی رہتی ہی۔ یہاں تک کہ وہ مایوس ہوکر قتل و غارت گری کا پیشہ اختیار کرلیتا ہی اور اس کا ایک معمولی جرم آیندہ بہت سے جرموں کی تمہید بن جاتا ہی۔ اسی طرح اگر ایک تناسخ کے ماننے والے سے دانستہ یا نادانستہ طور پر کوئی گناہ سرزد ہوگیا تو اس کو یہ یقین کرلینے کا حق ہی کہ اب توبہ و استغفار کی کنجی بھی باب مغفرت کو نہیں کھول سکتی۔ کسی صورت سے معافی نہیں مل سکتی اور سزا پانا لازمی ہے تو بحالت مایوسی وہ مزید گناہوں کے ارتکاب پر آمادہ ہوجائیگا اور کیا عجب ہی کہ اُس کی تمام عمر فسق و فجور اور ظلم و جور ہی میں بسر ہوجائے۔

آریوں میں روح کو غیر مخلوق۔ غیر فانی اور سمجھدار مانا گیا ہے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ روح اپنے عادات و خواص میں آزاد بھی ہے ایسی حالت میں ممکن ہی کہ بعض روحیں خود شجر و حجر کے اجسام اختیار کرلیں اور بعض ایسے اجسام میں منتقل ہوجائیں۔ جہاں وہ زیادہ راحت و آرام سے رہ سکیں۔

جب روح کو سمجھدار مانا جاتا ہی تو یہ بھی لازم ہی کہ وہ جس قالب میں بھی ہو اُسے اپنے گذشتہ جنم کے حالات و واقعات یاد رہیں

لیکن شجر و حجر اور چرند و پرند کا تو کیا ذکر خود تناسخ ماننے والا کوئی انسان یہ نہیں بتا سکتا کہ اس نے اپنے پچھلے جنم میں کیا کیا اعمال نیک اور کون کون سے افعال بد کئے تھے۔ سمجھدار و آزاد روح کے وہ خواص و عادات جو انسانی پیکر میں جلوہ فرما نظر آتے ہیں شجر و حجر کے لباس میں پہونچ کر کیوں غائب ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں وہی روح انسانی موجود رہتی ہے تو اس کے اوپر کوئی عقلی دلیل پیش کرنے سے آریہ دھرم اب تک کیوں قاصر رہا ہے۔

جب جمادات و نباتات اور حیوانات میں روحیں کسی سزا و جزا کی بنیاد پر مقید کی گئی ہیں تو عقلاً نئے قالب میں پہونچنے کے بعد انھیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے تھا کہ کس جرم میں وہ یہ سزا برداشت کر رہے ہیں یا کس نیک عمل کے باعث وہ عیش و آرام میں ہیں جو مجرم قید خانہ میں بند کیا جاتا ہے اُسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس جرم کی پاداش میں سزائے قید و بند میں مبتلا کیا گیا مجرم کو اس کے جرم سے باخبر کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ آئندہ اس جرم کے ارتکاب سے باز رہے۔ اور یہ جان سکے کہ اگر فلاں جرم کا میں دوبارہ مرتکب ہوا تو پھر اسی عذاب میں مبتلا کر دیا جاؤنگا لیکن تناسخ کے ماننے والوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس گناہ

کی بنیاد پر یہ سزا بھگت رہی ہیں اور انھیں کس گناہ سے پرہیز کرنا چاہیے تاکہ وہ پھر اسی عقوبت میں گرفتار نہ ہو سکیں اسی طرح کسی راحت کے بارے میں بھی یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ کس نیک عمل کے عوض میں یہ راحت ملی ہے تاکہ آئندہ بھی نیکی کی تشویق پیدا ہو سکے۔

شجر و حجر میں اگر روح فرض بھی کر لی جائے تو بھی اتنا ضرور کہا جائے گا کہ ان کی روحیں خوابیدہ اور بیہوشی کے عالم میں ہیں جس طرح کلوروفارم سنگھا کر کسی انسان پر حالت بیہوشی میں آسانی سے عمل جراحی کر دیا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتا اسی طرح ان روحوں کو بھی جنھیں نباتات اور خصوصاً جمادات کے اندر مقید فرض کیا جاتا ہے کسی قسم کی تکلیف و اذیت کا احساس نہیں ہوتا اور وہ یہ نہیں سمجھتیں کہ ہم کس گناہ کے بدلے میں یہ سزا بھگت رہی ہیں۔ یہ سزا ایسی ہی ہے جیسے کوئی حاکم کسی مجرم کے متعلق یہ حکم دے کہ اسے کسی خواب آور دوا سے بیہوش کر کے پچیس تازیانے لگائے جائیں۔ اگر کوئی روح پتھر سے نکل کر انسانی جامہ میں آ جائے تو اسے بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ پہلے حجری قالب میں تھی اور کس گناہ میں پتھر کے جسم میں بند کر دی گئی تھی اب اگر یہ روح انسانی قالب میں آ کر اس گناہ سے بچنا چاہے جس کی پاداش میں وہ پتھر

کے اندر مقید کر دی گئی تھی تو نہیں بچ سکتی اس لیے کہ اُسے ذاتی طور پر اس کا کوئی علم و یقین نہیں کہ کس گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے اُس نے مجرمانہ پیکر اختیار کیا تھا۔

بہرحال اُس سزا و جزا کا کیا فائدہ جس کے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ کس جرم کی بنا پر یہ سزا مل رہی ہی اور کس نیکی کی بنا پر یہ راحت میسر ہوئی ہی۔ اس طرح تو معاد کا اصل منشا ہی فوت ہوا جاتا ہے اور تعزیر و انعام کی غرض و غایت باقی نہیں رہتی۔

ہندوؤں کی مذہبی کتب میں بعض گناہوں کی سزائیں تحریر کی گئی ہیں اور یہ بتا یا گیا ہی کہ کون کون سے گناہوں کی پاداش میں روح کون کون سے قالب میں منتقل ہوئی ہی۔ مثلاً سادھو کے قتل کی سزا یہ ہی کہ قاتل کو مرنے کے بعد گائے کا جسم دیا جائے غلّہ کے چور کو چوہا بنا دیا جائے اور پانی کا چور مینڈک کا جسم اختیار کرے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ سب باتیں عقیدہ کے طور پر بتائی گئی ہیں اُن پر کوئی عقلی دلیل قائم نہیں ہوتی اور نہ ان سے وہ اعتراضات رفع ہوتے ہیں جو عقیدہ تناسخ پر عقلی حیثیت سے وارد ہوتے ہیں اور جن کو میں نے مندرجہ بالا سطور میں مختصراً واضح کرنے کی کوشش کی ہی۔

(تمام شد)

نمبر	نام رسالہ	[illegible]	[illegible]	نمبر	نام رسالہ	[illegible]	[illegible]
۳۹	دی مسیج آف اسلام انگریزی	۰ر	؎	۵۹	آثار باقیہ	۱ر	؎ر
۴۰	اثبات عزاداری	۴ر	ـلـر	۶۰	صحیفہ سجادیہ کی عظمت	۱۰ر	؎ر
۴۱	مسئلہ فدک	۵ر	ـلـر	۶۱	خلافت و امامت حصہ پنجم	۶ر	ـلـر
۴۲	تاجدار کعبہ	ـلـر	؎ر	۶۲	خدا کی معرفت	۸ر	ـلـر
۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۵ر	ـلـر	۶۳	شہدائے کربلا حصہ سوم	۱۲ر	۱ر
۴۴	〃 〃 دوم	۴ر	ـلـر	۶۴	خلافت و امامت حصہ ششم	۸ر	ـلـر
۴۵	〃 〃 سوم	۴ر	ـلـر	۶۵	دی لاسٹ مسیج آف حسین	۴ر	؎ر
۴۶	تحقیق اذان	۱ر	؎ر	۶۶	ہمارے رسوم و قیود	۲ر	؎ر
۴۷	زد الجارح	۰ر	؎ر	۶۷	شیعوں کی تازہ زندگی	۱ر	؎ر
۴۸	شہدائے کربلا حصہ اول	۱۲ر	ـلـر	۶۸	صحیفہ اعمال مترجم	عہ ر	۳ر
۴۹	کربلا کا مہاسمر ہندی	۲ر	؎ر	۶۹	مذہب شیعہ اور تبلیغ	ـلـر	؎ر
۵۰	حسین اینڈ دی ملین آف کربلا انگریزی	۱۰ر	؎ر	۷۰	اسیری اہل حرم	۱۰ر	؎ر
۵۱	مشہد اعظم	ـلـر	؎ر	۷۱	دی مشن آف حسین انگریزی	۱ر	؎ر
۵۲	لاتفسدوا فی الارض	۸ر	ـلـر	۷۲	نظام زندگی حصہ اول	۴ر	ـلـر
۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴ر	۱ر	۷۳	نظام زندگی حصہ دوم	۵ر	ـلـر
۵۴	خلافت و امامت حصہ چہارم	۳ر	۱ر	۷۴	حقیقت اسلام	۱۰ر	؎ر
۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	۵ر	ـلـر	۷۵	مظلوم کربلا	۲ر	؎ر
۵۶	ابو الائمہ کی تعلیمات	۴ر	۱ر	۷۶	دی مارٹر آف کربلا	؎ر	؎ر
۵۷	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱ر	؎ر	۷۷	تناسخ پر مختصر بحث	۲ر	؎ر
۵۸	اسلامی عقائد	۲ر	؎ر				

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی لکھنؤ

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	محصول ڈاک	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	محصول ڈاک
۱	کائنات قبل از اسلام	۲ر	ـہ ر	۱۵	قاتلان عثمان	۵ر	۱۰ر
۲	قاتلان حسینؑ کی گرفتاری	۸ر	۳ـ ر	۱۶	مسکدۂ اسلام	۳ر	ـہ ر
۳	مجمع دینیات	عہ ر	۲ـ ر	۱۷	حصول اسلام کی حقیقت	۴ر	۱ر
۴	وجیزۃ الاحکام	۴ر	۱ـ ر	۱۸	تقیہ	۲ـ ر	ـہ ر
۵	صحیفہ تجلی	۸ر	۱ـ ر	۱۹	میزان محبت	۳ر	۱ر
۶	گل عصمت	۱۰ر	ـہ ر	۲۰	تبرے کی حقیقت	۳ر	۱ر
۷	رجال بخاری حصہ دوم	۶ر	۱ـ ر	۲۱	حسینؑ اور مذہب	۱ر	ـہ ر
۸	رسول کی بیٹی	۲ر	ـہ ر	۲۲	فتح مبین	۳ر	ـہ ر
۹	تاریخ ازدواج	۸ر	۱ـ ر	۲۳	تشبیہ	۳ر	۱ر
۱۰	الہامی کلمات	۳ر	۱ر	۲۴	ثبوت تقیہ	۱۰ر	ـہ ر
۱۱	شہید اسلام	عـ۸ر	۵ـ ر	۲۵	ذاکری کی پہلی کتاب	۳ر	۱ر
۱۲	ثانی زہرا	عہ ر	۲ـ ر	۲۶	〃 〃 حصہ دوم	۳ر	۱ر
۱۳	ہمارے رسولؐ	۲ر	۱ر	۲۷	شادی خانہ آبادی	۲ر	ـہ ر
۱۴	ہماری خاتون جنت	۲ر	۱ر	۲۸	گاؤکشی اور مسلمان	۴ر	ـہ ر

ملنے کا پتہ: سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

پبلشر
سید مصطفےٰ احسن رضوی سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ
پرنٹر۔ نثار علی رضوی